مومن کا غم اس کے ارادے اور حوصلے میں کمی نہیں کرتا بلکہ مہمیز لگاتا ہے۔ وقف جدید کے سالِ نو کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ / دسمبر ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

سال 1987ء اب قریب الاختتام ہے۔ چند دن باقی رہ گئے ہیں اور ان دنوں میں ہم داخل ہورہے ہیں جن دنوں میں ہمارا سالانہ جلسہ مرکز میں ہوا کرتا تھا یعنی پہلے قادیان میں اور پھر ربوہ میں۔ قادیان میں تو اب بھی اسی طریق پر وہ جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں جو وہاں سے اطلاع ملی ہے باوجود اس کے کہ پنجاب کے عمومی حالات بہت قابل فکر ہیں اور امن وامان کی صورت تسلی بخش نہیں اور باوجود اس کے کہ حکومت یعنی حکومت ہندوستان ان حالات کے پیش نظر نہ کہ کسی مذہبی جماعت کو دبانے کی خاطر ان علاقوں میں لوگوں کو جانے کی عموماً اجازت نہیں دیتی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ قادیان نہایت ہی کامیاب رہا اور دور دور سے لوگ وہاں تشریف لائے اور چند دن نہایت ہی اعلیٰ پاکیزہ روحانی ماحول میں انہوں نے تربیت پاتے ہوئے اور تربیت کرتے ہوئے وقت گزارا اور غیر معمولی طور پر وہاں دعاؤں کی بھی توفیق ملی۔

جہاں تک پاکستان میں ہونے والے جلسہ سالانہ کا تعلق ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کچھ عرصے سے حکومت نے اس جلسے کی اجازت روک رکھی ہے اور طبعی بات ہے کہ اس موقع پر جماعت پاکستان کے دل غیر معمولی طور پر درد سے بھر جاتے ہیں اور جوں جوں جلسے کا وقت قریب آتا ہے ان

کے خطوط میں یہ پہلو نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے اور بے چینی اور بے قراری بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ امسال بھی دسمبر بلکہ اس سے پہلے سے ہی خطوط میں یہ پہلو بڑا نمایاں ابھرنا شروع ہوا کہ جلسے کے دن قریب آرہے ہیں ہمیں بہت اس کی تکلیف ہے۔ بعض دوستوں نے تو بہت ہی دردناک خطوط لکھے اور عموماً ساری دنیا میں بھی یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایک بہت ہی اہم بنیادی حق سے محروم کئے گئے ہیں۔

جہاں تک غم کے پیدا ہونے کا تعلق ہے یہ تو ایک طبعی بات ہے اور اس سے روکا نہیں جاسکتا۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ بھی طبعی حالات کے تابع غم کے اثر کے نیچے آتے تھے لیکن غم آپ پر قبضہ نہیں کیا کرتا تھا اور غم آپ کی ہمت میں کمی پیدا نہیں کیا کرتا تھا۔ پس غم کا پیدا ہونا یا آنکھوں کا نمناک ہو جانا یا آنسوؤں کا بہنا اس وقت تک اچھی علامت ہے جب تک اس کے نتیجے میں ہمت میں کمی نہ آئے اور حوصلوں کا سر نہ جھکے۔ اس لئے جس چیز کو عورتوں کا رونا کہا جاتا ہے اس رونے میں اور باہمت مردوں کے رونے میں بڑا فرق ہے۔ عورتوں کا رونا تو ایک محاورہ ہے کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ عورتوں میں بھی بڑی بڑی ہمت والی عورتیں ہوا کرتی ہیں جن کے رونے میں کمزوری اور شکست کی کوئی علامت نہیں ہوتی اور ایسے ایسے مرد بھی ہوا کرتے ہیں جن کا رونا محاروۃً واقعۃً عورتوں کا رونا ہوتا ہے۔

چنانچہ سپین کا آخری بدنصیب بادشاہ، مسلمان بادشاہ جب سپین سے جدا ہو رہا تھا اور سپین میں اس کی اور مسلمانوں کی شکست زیادہ تر اسی کی وجہ سے ہوئی تھی وہ اس کا ذمہ دار تھا۔ تو جب اس نے پہاڑی کی آخری چوٹی سے مراکو کی طرف جاتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت اس کی ماں نے اس کو کہا کہ جس چیز کو تمہاری تلوار روک نہیں سکی اب آنسو بہا کر اپنی ذلت کا اظہار کیوں کر رہے ہو، تمہارے آنسو وہ چیز تمہیں واپس نہیں دے سکیں گے۔ تو وہ عورت تھی اور اس کو رونا اور نوعیت کا رونا تھا وہ مرد تھا مگر اس کا رونا اور نوعیت کا رونا تھا۔

پس مومن کا غم اس کے ارادوں اور حوصلوں میں کمی پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا کرتا بلکہ نئی مہمیز لگاتا ہے۔ جس طرح گھوڑا جب تھکنے لگے تو سوار اسے مہمیز لگاتا ہے وہ اچانک پھر دوبارہ مستعدی کے ساتھ اپنا سفر پہلی سی شان اور تیز رفتاری کے ساتھ شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح غم کے مواقع مومن کے لئے مہمیز لگانے کے لئے آیا کرتے ہیں اور اسی پہلو سے جماعت سے توقع ہے اور اب تک جماعت نے جس رنگ میں برے حالات کا مقابلہ کیا ہے خدا کے فضل سے میں یہ یقین سے

کہہ سکتا ہوں کہ جماعت اسی نوع کی جماعت ہے جس کا قرآن کریم نے رِجَالٌ کے لفظ سے اظہار فرمایا گیا ہے رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (النور:۳۸)۔ یہ وہ مرد ہیں جو کسی چیز کے نتیجے میں بھی خدا کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا۔ مصروفیتیں ان کو بھی ہیں دنیا کی لیکن مصروفیتیں ان پر غالب نہیں آتیں۔ دوسری بھی کئی جگہوں پر قرآن کریم نے مومنوں کی شان رِجَالٌ لفظ کے نیچے بیان فرمائی ہے۔

پس جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے رِجَالٌ کی جماعت ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے۔ پس وہ لوگ جو غم کا اظہار کرتے ہیں ان میں سے بعض اگر غم سے مغلوب ہیں یا طبیعت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے تو میں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ ہرگز یہ مومن کی شان نہیں ہے۔ مومن کی آنکھوں کا پانی تو فولاد کی آب کی طرح ہوا کرتا ہے۔ وہ کیچڑ پر برس کر کیچڑ کو نرم کرنے کی طرح نہیں بلکہ وہ آب جسے فولاد کی آب کہا جاتا ہے اسے اور زیادہ قوت بخشنے والا پانی ہوا کرتا ہے اور زیادہ پہلے کی نسبت اس میں طاقت اور مقابلے کی شدت پیدا کر دیتا ہے۔

جہاں تک وقت کے بدلنے کا تعلق ہے سالوں کے بدلنے کا تعلق ہے یہ تو ایک جاری وساری نظام ہے اور اگرچہ ہم نے مختلف جگہوں پر سنگ ہائے میل لگا دئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہماری خاطر یہ سنگ ہائے میل لگائے ہیں تاکہ ہم اپنے اوقات کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اپنے حالات کا تقابلی جائزہ لیتے رہیں، یہ معلوم کرتے رہیں کہ ہم کل کہاں تھے آج کہاں ہیں۔ اسی مقصد سے دنیا کی سڑکوں پر بھی میل لگائے جاتے ہیں، اسی مقصد سے قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وقت کی راہ پر بھی میل لگا دئے ہیں اور یہ علامتیں کھڑی کر دی ہیں جس کو ہم سال کا آنا اور جانا کہتے ہیں۔ مہینوں کا گزرنا کہتے ہیں یا ہفتوں کا یا روز وشب کا ادلنا بدلنا کہتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے تو اگرچہ یہ سال ختم ہو رہا ہے لیکن سفر تو بلا روک ٹوک جاری رہے گا اور یہ حد بندیاں جس مقصد کی خاطر لگائی گئی ہیں اس کے پیش نظر ہمیں جائزہ ضرور لینا چاہئے کس حد تک ہمارا سال گزرا اور کس حد تک ہم اگلے سال میں داخل ہونے سے پہلے اس سال سے سبق حاصل کر سکے ہیں۔

سال جیسا کہ میں نے کہا ہے اچھے بھی آیا کرتے ہیں اور برے بھی آیا کرتے ہیں، آسانی والے بھی اور سختی والے بھی۔ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ مصر میں سات سال بہت ہی آسانی کے

آئے پھر سات سال بہت سختی کے آئے پھر خدا تعالیٰ نے اس سختی کو بدل دیا اور ایک آسانی کا ایسا سال پیدا فرمایا جس نے گزشتہ سارے غم بھلا دیئے۔ اس وقت برے سالوں کے وقت مومن اور غیر مومن میں ایک فرق دکھایا گیا۔ برے سال آنے سے پہلے ہی خدا کے ایک مومن بندے کو، خدا کے ایک مقدس بندے کو یہ بتا دیا گیا کہ برے سالوں کو مومنوں پر غلبہ عطا نہیں کیا جاتا بلکہ مومنوں کی برکت سے برے سال اچھے سالوں میں تبدیل کئے جاتے ہیں۔ اس لئے بجائے اس کے کہ تم اس رؤیا سے ڈرو اور یہ محسوس کرو کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں تم اپنی کمر ہمت کو کسو کیونکہ تمہارے ذریعے دنیا کے حالات تبدیل کئے جائیں گے اور ڈوبتوں کو بچایا جائے گا اور فاقہ کشوں کے رزق کا سامان کیا جائے گا۔

چنانچہ اگر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے یا خدا آپ کو اس غرض سے استعمال نہ فرماتا تو وہ سختی کے سال تمام Egypt یا مصر اور اس کے گردو پیش میں جہاں مصر کا قبضہ تھا ان کے لئے انتہائی ہلاکت کے سال بن جاتے۔ یہی خدا کا سلوک ہر حال میں، ہر تبدیلی میں مومن کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ دن بھی آتا ہے مومن پر اور رات بھی آتی ہے لیکن راتیں اس کے پاؤں روک نہیں لیا کرتیں۔ ہاں رفتار میں ضرور فرق پڑ جاتا ہے لیکن وہ رفتار رُک کر ایک مقام پر کھڑی نہیں ہو جایا کرتی یا واپس نہیں لوٹتی اور یہ نمایاں فرق ہے جو قرآن کریم نے خوب اچھی طرح مومن اور منافق، مومن اور کافر میں ظاہر فرما دیا۔

جہاں تک منافقین کا تعلق ہے منافق کا لفظ قرآنی محاورے کے مطابق ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جسے ہم اردو میں منافق کہتے ہیں اور کافروں کے لئے بھی لفظ منافق استعمال ہوا ہے کیونکہ منافق درحقیقت کافر ہوتا ہے اور ظاہراً مسلمان بن رہا ہوتا ہے۔ تو فرمایا منافقوں کے متعلق کہ اِذَآ اَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ قَامُوۡا (البقرہ:۲۱) کہ مومن کا سفر تو دن کو بھی جاری رہتا ہے اور رات کو بھی جاری رہتا ہے لیکن منافقوں کا یہ حال ہے کہ جب رات آتی ہے تو رُک جاتے ہیں جب روشنی ہوتی ہے تو چل پڑتے ہیں یعنی وہ وقت کے غلام ہوا کرتے ہیں وقت کے آقا نہیں ہوا کرتے۔

چنانچہ مومن کو خدا تعالیٰ ابوالوقت وقت کے طور پر پیش کرتا ہے اور کافر کو ابن الوقت کے وقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ مومن اپنے وقت کو اپنی غلامی میں تبدیل کرتا ہے اس سے فائدے اٹھاتا ہے اور کافر وقت کے دھارے پر خود بخود بہتا چلا جاتا ہے اس کے مقدر میں وقت کے دھارے

کا رُخ تبدیل کرنا نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے جب اچھے وقت کافروں پر آتے ہیں یا خدا کے دشمنوں پر آتے ہیں تو آپ ان کو بڑے زور سے شور مچاتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ آگے کی طرف بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں گویا ایک سیلاب آگیا ہے اور جب دن بدلتے ہیں اور ان کے لئے جیسا کہ خدا نے مقدر فرما رکھا ہے راتیں آتی ہیں تو ان کی آوازیں غائب ہو جاتی ہیں منظر سے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہاں کبھی کوئی سیلاب تھا ہی نہیں۔ جیسے افریقہ کے ایک حصے میں جب سخت دن آتے ہیں تپش کے گرمی کا موسم آتا ہے تو ہر طرف پانی سوکھ جاتا ہے اور اس وقت جب جان منظر سے غائب ہونے لگتی ہیں یعنی یوں لگتا ہے کہ زندگی ختم ہو جائے گی اس وقت ایک سیلاب اٹھتا ہے، بڑی دور سے ایک سیلاب آتا ہے جو اچانک دیکھتے دیکھتے صحرا کے منظر تبدیل کر دیتا ہے۔ صحرائے کالاہیری کے جنوب کی طرف غالباً یہ علاقہ ہے جہاں اس قسم کا واقعہ ہر سال ہوتا ہے اور دور دور سے جانور اپنی پیاس بجھانے کے لئے اور زندگی بچانے کی خاطر ایک طبعی فطری اشارے کے طور پر اس طرف بھاگتے ہیں۔

تو سیلاب تو آجاتے ہیں ہر جگہ صحراؤں میں بھی سیلاب آجایا کرتے ہیں لیکن صحراؤں کے سیلاب ہمیشہ کے لئے صحرا کے منظر نہیں بدل سکتے۔ وہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں زندگی ان کے ساتھ آتی ہے اور ان کے ساتھ ہی لوٹ بھی جایا کرتی ہے لیکن مومن کی مثال خدا تعالیٰ نے اور طرح سے دی ہے۔ فرمایا ہے ان کے لئے، مومنوں کا تو یہ حال ہے کہ جیسے ایک ایسی زمین کو جو نہایت ہی شادابی کی طاقت رکھنے والی، نہایت طاقتور زمین ہو اور پانی کو اپنے اندر روکنا جانتی ہو اس کے اوپر اگر موسلا دھار بارش بھی برسے تو زمین کو بہا کر نہیں لے جاتی بلکہ اس کی روئیدگی میں نئی شان پیدا کر دیتی ہے، نئی قوت پیدا کر دیتی ہے۔ اس کے مقابل پر کافر کی روئیدگی سطحی ہوا کرتی ہے وہ نظر آتی ہے دیکھنے میں لیکن وقتی اور عارضی ہوتی ہے، جب تیزی کے ساتھ اس پر بارش برستی ہے تو اس کی بناوٹ کی ظاہری روئیدگی اس کی سرسبزی اور شادابی بارش کے ساتھ بہہ جاتی ہے بسا اوقات اور پھر جب خشک موسم آتا ہے تو پھر تو اس کے مقدر میں رہتا ہی کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مومنوں کی مثال ایسی زمین سے ہے کہ جب بارش برستی ہے تو وہ بہت زیادہ اُگاتی ہے اور جب نہیں برستی تو خدا ان کو شبنم سے محروم نہیں کیا کرتا۔ پس شبنم بھی ان کے لئے کافی ہو جایا کرتی ہے اور اس حالت میں بھی وہ ویرانوں میں تبدیل نہیں ہوا کرتی زمین بلکہ سرسبز و شاداب رہتی ہے۔ اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔

پس جماعت احمدیہ کی تقریباً سوسالہ تاریخ ہمیں یہی بتارہی ہے کہ جس طرح دورِ اوّل میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں کے حالات تھے جن کو رِجَالٌ فرمایا گیا ان پر روشنیوں کے وقت بھی آئے اور اندھیروں کے وقت بھی آئے ان پر، نرمی کے وقت بھی آئے ان پر، سختی کے وقت بھی آئے لیکن ہر حال میں وہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہے۔ کبھی کچھ تکلیف کے ساتھ اور دکھ کے ساتھ چھوٹے قدموں سے، کبھی بڑی شان کے ساتھ تیز قدموں کے ساتھ دوڑتے ہوئے آگے بڑھے لیکن ایک بھی دن ایسا حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے غلاموں کی زندگی میں نہیں آیا جب آپ کے قدم رُک گئے ہوں یا روک دیئے گئے ہوں اور آپ کو پیچھے ہٹنا پڑا ہو۔ ایک بھی رات ایسی نہیں آئی جس نے آپ کو زندگیوں کو نور سے محروم کر دیا ہو۔ بارش کی مثال میں شبنم فرمایا گیا ہے، رات کی مثال میں ستاروں کو قرآن کریم پیش فرماتا ہے کہ اگر سورج کی روشنی سے کوئی محروم ہو جائیں یا چاند کی روشنی سے بھی محروم ہو جائیں تو ستارے ان کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی قرآن کریم میں ستاروں کی روشنی کے ذکر کو روحانی معنوں میں پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا **اصحابی کاالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم** (تحفۃ الطالب جزءا صفحہ:۵۶۱) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اگر میں بھی نہ ہوں اور مجھ سے نور پانے والے چاند بھی باقی نہ رہیں دوسرے کسی ایک جگہ میرا کوئی صحابی موجود ہو تو وہ تمہارے لئے ستاروں کی طرح روشنی پیدا کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ مومنوں کی عجیب حالت ہے عجیب شان ہے کہ خشک سالی میں خدا ان کے لئے شبنم برسا دیتا ہے اسی پہ زندہ رہتے ہیں، اسی پہ آگے بڑھنے کی طاقت پا جاتے ہیں اور اندھیروں کے وقت خود ان کو ستاروں کی روشنی میسّر آجاتی ہے کسی حالت میں بھی کلیۃً یہ فوائد سے اور ترقیات سے محروم نہیں کئے جاتے۔

چنانچہ جماعت کی تاریخ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ اس کے زیر و بم کا مطالعہ کریں کئی بڑے بڑے خطرناک وقت آئے ہیں جبکہ دشمن سمجھتا تھا کہ وہ جماعت کو ہلاک کر دے گا صفحۂ ہستی سے اس کی صف لپیٹ دے گا اس وقت بھی جماعت ترقی کرتی رہی۔ مقابلۃً چند سختی کے دنوں میں کچھ رفتار میں کمی دکھائی ضرور دی لیکن خدا تعالیٰ نے اس کمی کو ہمیشہ دو طریق سے پورا کیا ہے۔ وہ کمی چونکہ ایک طبعی فطری کمزوری کے نتیجے میں نہیں تھی بلکہ ایسے حالات کی بنا پر تھی جن پر

براہ راست وہ عبور حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لئے ان کی بڑھنے کی قوت اس عرصے میں جمع ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:۔

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

(دیوان غالب صفحہ: ۱۱۷)

خدا کے بندوں کی طبعیں جب روک دی جاتی ہیں تو نالے تو پیدا ہونے بند نہیں ہوا کرتے۔ جو مومنوں کو خدا تعالیٰ نے طبعی نشوونما کی قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ تو نہیں مر جایا کرتی۔ اس لئے کچھ نہ کچھ زور لگا کر وہ اندرونی سیلاب کہیں سے تو رستے نکالتا ہی رہتا ہے لیکن پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ ساری روکیں توڑ دی جاتی ہیں اور وہ پہلی کمی کو بڑی شان کے ساتھ پورا کرتے ہوئے بڑی قوت کے ساتھ پھر آگے بڑھتے ہیں۔ دوسرا ان کے ساتھ خدا تعالیٰ یہ سلوک فرماتا ہے کہ ساری دنیا میں ہر جگہ ان کے لئے ایک جیسا وقت نہیں ہوا کرتا۔ اسی کے ساتھ ہجرت کے مضمون کا تعلق ہے۔ بعض جگہ ان کے لئے نسبتاً کمزوری کا وقت آتا ہے تو بعض دوسری جگہوں پر غیر معمولی طور پر ان کے لئے آگے بڑھنے اور نشوونما کے وقت آجاتے ہیں اور ایک جگہ کی جو کمی ہے وہ سینکڑوں دوسری جگہوں سے پوری کر دی جاتی ہے اور مجموعی طور پر خزاں میں بھی وہ بہار کا منظر دکھاتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ شعر جو مجھے بہت ہی پیارا ہے بارہا میں اس کو آپ کے سامنے پڑھ چکا ہوں اس کا یہ ایک مفہوم ہے جس کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ:۔

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

(درثمین صفحہ: ۵۰)

بعض مقامات پر وقتی طور پر آپ یہ شعر صادق ہوتا نہیں دیکھیں گے لیکن اس مضمون کو کلیۃً عالمی سطح پر آپ سمجھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ مومن کے اوپر خزاں آہی نہیں سکتی۔ جب خزاں آتی بھی ہے تو ہزار دوسری جگہوں پر خدا تعالیٰ بہار کے مناظر پیدا کر کے اس خزاں کے اثر کو زائل فرما دیا کرتا ہے، اس کی تلافی فرما دیتا ہے اور جہاں خزاں آتی بھی ہے وہاں بھی نئی نئی کونپلیں پھوٹا کرتی ہیں۔

چنانچہ ان دنوں پاکستان میں جس قسم کے حالات ہیں اور جس قسم کی ظالمانہ کارروائیاں ہو

رہی ہیں جماعت کو روکنے کے لئے ان میں سے جلسے کا روکنا بھی ایک کاروائی ہے ہمارے لٹریچر کو کلیۃً بند کر دینا بھی ایک کاروائی ہے، ہمارے تمام اخبارات اور رسائل کے گلہ گھونٹ دینا بھی ایک کاروائی ہے، ہمیں تمام بنیادی حقوق سے محروم کر دینا یہاں تک کہ کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے کے بنیادی انسانی حق سے بھی محروم کر دینے کی کوشش کرنا یہ ایک کاروائی ہے۔ان حالات میں جبکہ اس کے علاوہ بھی دنیاوی ظالمانہ کاروائیاں بھی جاری ہوں قتل و غارت بھی، بنیادی حقوق یعنی نوکریوں میں حقوق سے محروم کرنا، طلبہ کو ان کے حقوق سے محروم کر دینا، عام روزمرّہ کی زندگی دوبھر بنا دینا یہ بھی ساتھ ساتھ جاری ہو تو کون سوچ سکتا ہے کہ ایسی جماعت ایسے خطرناک حالات میں ترقی کر سکتی ہے؟ اگر یہ جھوٹ ہو، اگر یہ فریب ہے تو ناممکن ہے کہ ایسے خطرناک حالات میں کوئی جماعت بھی پنپ سکے کجا یہ کہ ترقی کرتی رہے، کوئی جماعت سانس لے سکے اور زندہ رہے یہ بھی تعجب کی بات ہے اور اس جماعت کو مارنے کی خاطر تباہ کرنے کے لئے کلیۃً صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لئے یہ کاروائیاں کی گئی تھیں اور کی جا رہی ہیں۔اور اس کا نتیجہ؟ جماعت اپنے اخلاص میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے، اپنی عبادتوں میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے، اپنے حوصلوں میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے، اپنے ایمان اور یقین محکم میں پہلے سے زیادہ ترقی کر چکی ہے۔ ہر قربانی کے میدان میں جس قربانی کے میدان کی طرف ان کو بلایا جاتا ہے وہ پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پہلے سے زیادہ سعادت قلبی کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ایسی زندہ جماعت کو جسے قرآن کریم رِجَالٌ کی جماعت فرماتا ہے کون اس دنیا میں جو جو مار سکے؟ ناممکن ہے اور پھر باقی تمام دنیا کی جماعتوں پر جو رونق آئی ہے غیر معمولی طور پر ترقیات ہو رہی ہیں یہ اسی خزاں کی برکت ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الٰہی وعدوں کے متعلق فرمایا تھا کہ:

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں

ساری دنیا میں اس خزاں کے صدقے آپ بہار کے مناظر دیکھنے لگے ہیں۔ یہ زندہ جماعتوں کی علامت ہے اور جن کو خدا سے زندگی ملتی ہے جن کو آسمانی پانی کے ذریعے زندہ کیا جاتا ہے ان کو دنیا کی خشکیاں مار نہیں سکتیں۔ یہ ایک اٹل قانون ہے جسے آپ کبھی تبدیل ہوتا نہیں دیکھیں گے۔

اس سال کے آخری خطبے میں اور بعض دفعہ نئے سال کے پہلے خطبے میں وقف جدید کا

اعلان ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس تمہید کے بعد اب میں **وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرتا ہوں** اور جیسا کہ وقف جدید کے کوائف بھی آپ کو بتائیں گے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے حالات کا جس اونچ نیچ سے یہ تحریک گزر رہی ہے اور اس وقت جس مقام پر پہنچی ہے ان سب حالات کا جائزہ لینے سے قطعی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بھی ایک زندہ جماعت کی زندہ اور سرسبز شاخ ہے اور اس کی طرف بدنیتی کا تبر نہیں چلایا جا سکتا یعنی یہ ہر حال میں نشو ونما پائے گی اور پاتی رہی ہے اور آگے بڑھتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

چنانچہ گزشتہ چند سالوں میں وقف جدید پاکستان کا بجٹ اور وصولی کم ہونے کی بجائے مسلسل بڑھتے رہے ہیں اور جب میں نے وقف جدید کو چھوڑا تھا مجھے اس وقت صحیح یاد نہیں غالباً بارہ تیرہ لاکھ کے قریب بجٹ تھا، تیرہ یا چودہ لاکھ بجٹ تھا اور اب اس تھوڑے سے عرصے میں جو ابتلاؤں کا دور ہے خدا کے فضل سے تقریباً دگنا ہو چکا ہے اور 87ء کا بجٹ ستائیس لاکھ پینتالیس ہزار روپے تھا اور اس وقت تک کی جو وصولی ہے اس میں بھی خدا کے فضل سے نمایاں اضافہ ہے۔ گزشتہ سال اس وقت تک سترہ لاکھ چوالیس ہزار روپے وصولی تھی اور امسال اس وقت تک بیس لاکھ ستاسی ہزار روپے وصولی ہے اور چونکہ سال کے آخر پر پرانی روایات اسی طرح قائم ہو چکی ہیں کہ سال کے آخر پر وصولی اکٹھی ملتی ہے یعنی اس کی یہ نسبت نہیں ہوا کرتی کہ ہر مہینے جتنی وصولی ہو رہی ہے سال کے آخری مہینے میں بھی اسی طرح ہوگی بلکہ بسا اوقات سال کے آخری ہفتے میں اتنی وصولی ہوتی ہے کہ گزشتہ کئی مہینوں کی وصولی سے بھی بڑھ جاتی ہے اور پھر وصولی کی اطلاعیں جو بعد میں آتی رہتی ہیں اور کچھ بعد میں وصولیاں ہوتی ہیں وہ ملا کر مارچ تک تقریباً یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور بالعموم میں نے دیکھا ہے کہ کم از کم ایک چوتھائی ان آخری دنوں میں وصول ہوتا ہے۔ اس لئے امید ہے اللہ تعالیٰ سے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ بجٹ ستائیس لاکھ کا نہ صرف پورا ہوگا بلکہ بفضلہ تعالیٰ وعدوں سے بھی آگے بڑھ جائے گا اور واقعۃً ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ ہمارے وعدوں کا نظام ایسا ہے کہ بہت سارے ایسے چندہ ادا کرنے والے جو وعدوں میں شامل نہیں ہو سکتے بعد میں وہ چندہ ادا کر دیتے ہیں اور وعدوں میں شامل نہ ہونا بسا اوقات ایک یقین کے نتیجے میں بھی ہوتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو دینا ہی دینا ہے کیا فرق پڑتا ہے وعدہ لکھوائیں نہ لکھوائیں اور وہ وعدوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں بے شک

بعض دفعہ لکھواتے نہیں لیکن ان کے ذہن میں ایک معین رقم ہوتی ہے کہ ہم نے ضرور خدا کے حضور پیش کرنی ہے اور سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ ضرور پیش کرتے ہیں۔اس لئے وعدوں سے عموماً وصولیاں بڑھ جایا کرتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ جماعت کی وصولی الا ماشاء اللہ ہر سال وعدوں سے آگے بڑھتی رہی ہے اور بجٹ سے آگے بڑھتی رہی ہے۔تو اس پہلو سے بڑے امید افزا آپ ہیں۔

جہاں تک وقف جدید کی کوششوں کا تعلق ہے اور خدمت کا تعلق ہے اس پہلو سے بھی تحریک اپنے فرائضِ منصبی اچھی طرح ادا کر رہی ہے۔بڑے سخت مخالف حالات میں بھی اللہ تعالیٰ اس انجمن کو توفیق عطا فرما رہا ہے اور اس کی تفاصیل کے بیان کی اس وقت یہاں ضرورت نہیں ہے۔جلسہ سالانہ پہ بسا اوقات بیان ہوتی رہی ہیں یہ باتیں لیکن اب کچھ عرصہ سے میں نے تفصیل سے ان خدمات کا ذکر صدر انجمن کی اور وقف جدید کی اور دیگر بعض مجالس کی پاکستان کی خدمات کا ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس سے بعض لوگوں کو بہت ہی زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ وہ جل بھن جاتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ ہر نیک کام کی کوشش کی راہ میں وہ روڑے اٹکائیں اور نیک راہ پہ چلنے والوں پر روڑے برسائیں۔تو بے وجہ بیچارے عام انسانوں کو تکلیف پہنچانا خواہ مخواہ اور اس کے نتیجے میں بعض معصوموں کی تکلیف کا موجب بننا یہ کوئی حکمت کی بات نہیں ہے۔اس لئے جہاں جہاں بعض بے بسی کے سے حالات ہیں وہاں میں عمداً ان خدا تعالیٰ کے فضلوں کا بہت تفصیل سے ذکر نہیں کرتا بلکہ عموماً خدا کے فضلوں کا ذکر کر دیتا ہوں۔عمومی فضل تو ہوتے ہی رہیں گے وہ تو تکلیف ہو کسی کو نہ ہو وہ روک ہی نہیں سکتا لیکن تفصیل کے ساتھ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے اور فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے یہ بتانے سے بعض دفعہ پھر نقصانات کے خدشات پیدا ہو جاتے ہیں یعنی ایسے نقصان کے خدشات جن کو ٹالا جا سکتا ہے۔نقصان کی کوشش تو بہر حال جماعت کو پہنچانے کی کی جارہی ہے مسلسل کی جارہی ہے لیکن اس کوشش میں ہم ان کے مددگار نہیں بننا چاہتے یوں خلاصۃً سمجھ لیجئے اور جہاں تک **عمومی کوشش کا تعلق ہے اس کے باوجود بڑھ رہے ہیں خدا کا وعدہ ہے بڑھتے رہیں گے، خدا کا وعدہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ ترقی کرنی ہے اور دشمن نے ہمیشہ ناکام رہنا ہے اس میں تو پھر بھی کوئی تبدیلی نہیں،** نہ میرے تفصیل سے بیان کرنے سے تبدیلی پیدا ہوگی لیکن آنحضرت ﷺ کی سنت ہے جب خاص حالات ہوں مقابلے کے تو احتیاطی کارروائیاں اور حکمت کے تقاضے پورے کرنے ضروری ہوا کرتے ہیں۔

جہاں تک بیرونی جماعتوں کے وعدہ جات کا تعلق ہے بالغان کا ان کا ذکر میں بعد میں کروں گا پہلے ذرا ایک نسبتاً ایک جائزہ لے دوں عمومی، جہاں تک چندوں کی آمد کا تعلق ہے۔ جن جماعتوں میں پاکستان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کے چندے کے سلسلے میں غیر معمولی طور پر ترقی ہوئی ہے یعنی پہلے سے قدم آگے بڑھے ہیں باوجود اقتصادی حالات کے خراب ہونے کے ان میں ربوہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے ہے۔ دو لاکھ اسی ہزار روپے (۲,۸۰,۰۰۰) گزشتہ پورے سال کی وصولی تھی ربوہ کی اور امسال رپورٹ لکھنے کی تاریخ تک اس میں جیسا کہ میں بیان کیا ہے ایک بڑا حصہ جمع ہونے والا ہے دو لاکھ چھیاسی ہزار روپے (۲,۸۶,۰۰۰) وصولی ہو چکی تھی اور ایک نمایاں فرق ہے پہلے سے آگے کی طرف قدم جس میں ابھی اور بھی وصولی جمع ہونے والی ہے۔ پھر کراچی کی جماعت ہے جو خدا کے فضل سے ہمیشہ آگے بڑھنے والی جماعتوں میں سے ہے اس میں تین لاکھ بیاسی ہزار روپے (۳,۸۲,۰۰۰) کے مقابل پر جو سارے سال کی وصولی تھی گزشتہ سال اب تک چار لاکھ روپے (۴,۰۰,۰۰۰) وصول ہو چکے ہیں۔ پھر کوئٹہ جن حالات میں سے گزر رہا ہے اس کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے کوئٹہ کے چندے میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ مظفر گڑھ ضلع کے چندے میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ لیہ ضلع کے چندے میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ وہاڑی ضلع کے چندے میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ خانیوال ضلع کے چندے میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح سکھر جہاں بہت ہی سختی کے حالات رہے ہیں اور ابھی تک جاری ہیں وہاں بھی خدا کے فضل سے نمایاں اضافہ ہوا ہے اور گوجرانوالہ میں بھی اور اوکاڑہ میں بھی اور جہلم میں بھی اور اٹک میں بھی اور خوشی کی خبر یہ ہے کہ پشاور اور کوہاٹ میں بھی اور ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی۔ جب سے یہاں امارت بدلی ہے خدا کے فضل سے بڑی نمایاں پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں اور باوجود اس کے کہ حالات تو وہی ہیں جو پہلے تھے لیکن جماعتیں بیدار ہو رہی ہیں اور بڑی ہمت کے ساتھ نیکیوں کے کاموں میں آگے بڑھنے کی وہ دوبارہ کوشش شروع کر دی ہے ورنہ ایک وقت آیا تھا کہ ایک غنودگی کی سی کیفیت تھی۔

اس جائزے میں یہ بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، میں نے بڑی تفصیل سے غور سے معائنہ کیا ہے۔ خیر پور بھی ان جماعتوں میں سے ہے جہاں خدا کے فضل سے اضافہ نمایاں ہے۔ یہ

عمومی طور پر تو جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے جماعت نے بہر حال ترقی کرنی ہے اور کرتی ہے اور یہ جو عمومی وعدہ ہے یہ پوٹینشل (Potential) کے طور پر ہر جماعت کے مقدر میں ہے ایک تو عمومی ساری جماعت کا جائزہ ہے ایک ہے مقامی جماعتوں کا یا اضلاع کی جماعتوں کا جائزہ ان دونوں جائزوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے میں یہ بات آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک خدا تعالیٰ کی ترقی کا وعدہ ہے وہ تو سارے پاکستان کی جماعت سے جس طرح باقی دنیا کی جماعتوں سے ہے ایک عمومی وعدہ ہے۔ اضلاع کی جماعتوں سے بھی وعدہ ہے، شہروں اور قصبات اور دیہات کی جماعتوں سے بھی وعدہ ہے لیکن یہ وعدہ ایک پوٹینشل کی حیثیت رکھتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی تقدیر تیار ہے مدد کے لئے وہ ضرور آگے بڑھائے گی اگر تم لوگ اس سے استفادہ کرو گے۔ بالعموم استفادے کی طاقت چونکہ جماعت میں نہ استفادہ کرنے کی طاقت کے مقابل پر غالب رہتی ہے اس لئے عمومی طور پر آپ جماعت کو ہمیشہ آگے بڑھتے دیکھتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جتنا بڑھ سکتی تھی اتنا بڑھی ہے بلکہ بعض جگہ جہاں خدا کی نعمتوں کی تکذیب کی جائے یعنی ان معنوں میں کہ ان نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، نظام کمزوری دکھائے، مقامی عہدیداران ذمہ داریاں ادا نہ کریں تو بعض جگہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے بھی قدم چلے جاتے ہیں لیکن یہ پیچھے جانے والے قدم چند ہیں۔ قافلے کے قدم بحیثیت مجموعی آگے ہی بڑھتے ہیں اور جہاں قدم پیچھے جائیں وہاں لازم ہے کہ بعض انسانوں کا قصور ہے خدا کی تقدیر کا کوئی قصور نہیں۔ اس وعدے کی عمومی شکل میں کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن کچھ جگہ جماعتوں نے توجہ دی ہے کچھ جگہ نہیں دی۔

چنانچہ سندھ کے بعض اضلاع ہیں مثلاً سکھر، خیر پور وغیرہ جہاں سخت حالات کے پیش نظر ایک امیر کو خاص طور پر مقرر کیا گیا تھا ایک نوجوان امیر کو وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حالات اسی طرح بد ہیں اور خطرناک ہیں اور مشکلات بھی ہر قسم کی موجود ہیں اور کئی لوگوں کو علاقہ بھی چھوڑنا پڑا لیکن وقف جدید کے چندے کا موازنہ بتا رہا ہے کہ ان میں نمایاں آگے کی طرف قدم ہے اور بعض دوسرے اضلاع ہیں جہاں امن کے حالات ہیں اور وہ خدا کے فضل سے، الا ماشاءاللہ ایک دو جگہ ابتلا کی حالتیں پیدا ہوئی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے دنیاوی فضل بھی بہت زیادہ ہیں نسبتاً وہاں قدم آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے چلا گیا اور تھر پارکر اور سانگھڑ وغیرہ یہ علاقے جو ہیں ان کی امارتوں کو اور ان کے عہدیداروں کو

میں متنبہ کرتا ہوں کہ یہ عجیب حالت ہے کہ یہاں بارش برس رہی ہے وہاں تو روئیدگی زیادہ نہیں ہو رہی جہاں شبنم پڑ رہی ہے وہاں آپ سے روئیدگی بہت زیادہ ہو رہی ہے ۔تو خدا تعالیٰ کی جماعت بنتے ہیں تو جب بارش پڑے تو بارش والے حالات دکھایا کریں اور کم سے کم شبنم پڑنے والوں سے تو پیچھے نہ رہا کریں۔

اسی طرح بعض اضلاع ہیں جو پہلے پیچھے رہنے والوں میں سے تھے مثلاً مظفر گڑھ ہے، لیّہ ہے کمزور اضلاع میں سے تھے۔ وہاڑی اور خانیوال بھی لیکن اللہ کے فضل سے ان میں ترقی ہے اور وہاڑی میں تو عام اسی رفتار کے مطابق ترقی ہے جیسے باقی جگہوں میں ترقی ہے غیر معمولی نہیں لیکن بعض اضلاع میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تو بہت نمایاں ترقی کے آثار ہیں مثلاً مظفر گڑھ ان میں شامل ہے اور گوجرنوالہ بھی ان چھ اضلاع میں شامل ہے، اوکاڑہ، جہلم، اٹک، پشاور، کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خان، نواب شاہ اور خیر پور۔ کچھ دوسری جگہیں ہیں جہاں کمی آگئی ہے اس کی تفصیل تو میں اب یہاں لایا تو ہوا ہوں لیکن پڑھ کے نہیں سناتا تاکہ ان لوگوں کی پردہ دری نہ ہو۔ ان پر خدا کی ستّاری کا پردہ پڑا رہے لیکن بعض ایسے اضلاع ہیں جس سے ہرگز توقع نہیں تھی کہ وہ پہلی رفتار پر رہیں گے یا پیچھے کی طرف قدم بڑھائیں گے اور ان میں بعض اضلاع جو بڑے بڑے جو پنجاب کے اضلاع ہیں انہوں نے بہت اس لحاظ سے مایوس کیا ہے اور یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ ان کی کمزوری کے باوجود پھر بھی وقف جدید کا قدم نمایاں طور پر پچھلے سالوں کی طرح آگے ہی بڑھا ہے۔ اگر یہ کمزوری نہ دکھاتے تو اس وقت تصویر بہت ہی بہتر رنگ میں ابھرتی، بہت ہی بہتر شکل میں اُبھرتی اور ان سب جائزوں سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ بعض جگہ امرائے ضلع تقریریں تو بہت کرتے ہوں گے یا رپورٹیں بھی بھجواتے ہوں گے لیکن ٹھوس کام کی اہلیت نہیں رکھتے یعنی ایک ایک جماعت کی طرف توجہ کرنا، ایک ایک جماعت میں حوصلہ بڑھانا، عمومی طور پر جائزے لیتے رہنا اور ہر جہت سے جائزے لیتے رہنا۔ بعض امراء ہیں ان میں بڑی محنت کی عادت بھی ہے صرف تقریریں نہیں کرتے بلکہ کام بھی بڑا کرتے ہیں لیکن یہ کمزوری ہے کہ ایک دو جہتوں میں کام کرتے ہیں تو باقی جہتوں کو بھلا دیتے ہیں، ان کی طرف توجہ ہوئی تو پہلی جو صورتیں تھیں وہ نظر سے اوجھل ہوگئیں۔

اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے توازن پر زور دیا گیا ہے اور مومن کی شخصیت جو بہترین

قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے وہ متوازن شخصیت ہے۔امت محمدیہ کو بھی اُمَّةً وَّسَطًا (البقرہ:۱۴۴) قرار دیا گیا ہے آنحضرت ﷺ کو بھی اک انتہائی کامل طور پر متوازن وجود کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔ قیم ہیں لَا عِوَجَ لَهٗ (طٰہٰ:۱۰۹) ان میں کوئی کمی بیشی کسی طرف سے بھی نہیں ہیں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔تو پوری مکمل مومن کی شکل کے ساتھ توازن کا بہت گہرا تعلق ہے۔ بعض خوبیوں میں بہت آگے بڑھ جانا اچھی بات ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ بعض دوسری خوبیوں کا خون چوس کر بعض خوبیوں میں آگے بڑھنا۔ ہر انسان کے اپنے اپنے رجحان ہیں اسی طرح امرائے ضلع میں میں نے دیکھا ہے کہ ان کے اپنے اپنے رجحان ہیں بعضوں کو تبلیغ کا بڑا شوق ہے، بعضوں کو تربیت کا ملکہ دیا گیا ہے، بعضوں کو دوسری بعض خوبیاں عطا فرمائی گئی ہیں ان میں وہ نمایاں امتیاز رکھتے ہیں لیکن نمایاں امتیاز کا یہ مطلب اسلامی تعریف میں بہر حال نہیں ہے کہ باقی چیزوں میں تم منفی ہو جاؤ اور پھر نمایاں امتیاز حاصل کرو۔ دنیا کی تعریف میں بھی نہیں کیونکہ ایسے طالب علم کو فیل کہا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا وہ کہ ایک میں میں نے فرسٹ کلاس فرسٹ لی ہے اس لئے مجھ پر کسی قسم کی قدغن نہ لگائی جائے کہ میں پانچ مضمونوں میں فیل ہو گیا ہوں۔ جو کم سے کم معیار سے نیچے اترتا ہے وہ ناکاموں میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے کم سے کم اتنا توازن تو ضرور رکھنا چاہئے کہ کسی جگہ آپ ترقی معکوس نہ دکھائیں، واپسی کی طرف نہ لوٹنے والے ہوں۔

تو امید ہے ان چیزوں کی طرف باقاعدہ دانشوری کے ساتھ نظر رکھی جائے گی اور اس کا طریق یہی ہے کہ مجلس عاملہ کے دستور مکمل ہونے چاہئیں۔ ان میں بعض جائزے وقتاً فوقتاً پیش ہوتے رہنے چاہئیں۔ جن لوگوں کو اس قسم کے کام کی عادت ہو جیسے سائنسدان کرتے ہیں، حساب دان کرتے ہیں ان کی اپنی کمزوریوں پر پردے پڑ جاتے ہیں کیونکہ اجتماعی طاقت کے ساتھ ان کی شخصیت کو بھی طاقت ملتی ہے۔ جن کے اندر اپنی خوبیاں نمایاں ہوں لیکن وہ حسابی رنگ میں، سائنسی رنگ میں کام کرنے کے عادی نہ ہوں ان کی کمزوریاں باقی جماعت کی کمزوریاں بن جاتی ہیں۔ اس لئے آپ کو ایک دانشور باشعور جماعت کی طرح کام کرنا چاہئے اور ایسا نظام بنانا چاہئے جس میں خلاء کے احتمالات باقی نہ رہیں۔ ہر شعبہ زندگی جس میں ایک منصوبہ جماعت کے سامنے پیش کیا گیا ہے یا جماعت کے مستقل منصوبوں میں داخل ہو چکا ہے ہر تحریک جو کی جاتی ہے اس کے تقاضوں سے کس

طرح نبٹنا ہے اس کام کو کیسے سمیٹنا ہے۔ وقتاً فوقتاً کس طریق پر جائزہ لینا ہے کہ ہماری بھول چوک جماعت کی بھول چوک نہ بن جائے ، ہماری غفلت جماعت کی غفلت نہ بن جائے ۔ یہ ہے ایک اچھے منتظم کا کام اور اس پہلو سے انجمنوں کو بھی مدد کرنی چاہئے اپنی ماتحت انجمنوں کی۔

انجمنوں کا کام صرف یہی نہیں کہ جو Resolution سامنے آجائے یا کسی ترقی کی درخواست آجائے اسی پر غور کر کے تو وہ معاملے کو ختم کر دیں۔ ان کو تو فعال سوچ کا حامل ہونا چاہئے۔ ذہن کا عقل کا کام یہ تو نہیں ہے صرف سر کا کام کہ جو تاثرات اس کے بدن کے مختلف حصوں سے اس کو ملتے ہیں انہی میں وہ جواب دے بلکہ وہ فکر مند رہتا ہے اور مختلف حالات کا جائزہ لے کر ہر وقت سوچوں میں مبتلا رہتا ہے کہ کس وقت کیا کرنا ہے کون سے حصے کی طرف کیا ضرورت ہے کہاں قدم کس رنگ میں آگے بڑھانا ہے کس کمی کو کس طرح پورا کرنا ہے۔ اتنا کام کرتا ہے کہ بدن تو سو بھی جاتا ہے اور وہ ذہن سوتا بھی نہیں بلکہ بدن کے مقابل پر بہت کم سوتا ہے اور خدا نے اس لئے اس کو استطاعت بھی ایسی بخشی ہے۔ تو انجمنوں کو بھی اپنے دماغوں کو اسی طرح استعمال کرنا چاہئے جس طرح قدرت نے نمونے بنا کے دکھا دیئے ہیں اور ان نمونوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ ایسا وقتاً فوقتاً انجمنوں کی طرف سے بھی جائزہ لیا جایا کرے گا۔ وقف جدید کی انجمن کا وقف جدید کے معاملے میں اور عموماً مجھے یاد ہے وہ لیتے بھی ہیں لیکن اس رنگ میں غالباً نہیں لیتے کہ ہر ضلع کو دیکھ کر اس ضلع کی مجلس کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر ان کو بتائیں کہ یہ آپ کر رہے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے آپ کو یوں کرنا چاہئے۔ تحریکوں کی چٹھیاں پھر پہنچتی ہیں یہ مجھے پتا ہے لیکن مدد نہیں کی جاتی ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔

آپ کسی کو یاد دہانی کروا دیں کہ یہ کام ہونا چاہئے جس طرح کہ یہاں سے بھی ہر وقت مختلف دنیا کی جماعتوں کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے یہ تو کم سے کم ذمہ داری ہے جو مرکز کو ادا کرنی چاہئے لیکن ایک ذمہ داری ہے کمزوروں کی مدد کرنا۔ ایسے لوگ جو خود نیک نیت رکھنے کے باوجود اپنی کمزوریوں کی اصلاح نہیں کر سکتے اپنے حالات کو بہتر نہیں بنا سکتے ان کو ہاتھ پکڑ کر آگے چلانا، ان کو سمجھانا کہ آپ یوں کریں تو آپ کام بہتر کریں گے ان دو چیزوں میں فرق ہے۔ اس لئے جو افسران اپنے ماتحتوں پر اس رنگ میں رحمت کی اور شفقت کی نظر رکھتے ہوں کہ جہاں وہ دیکھیں کہ وہ نصیحت

کے مطابق عمل نہیں کر رہے ان کو سمجھائیں بھی کہ اس طرح آپ کریں تو آپ کا کام بہتر ہو جائے گا اور ہر رنگ میں جہاں تک مدد ممکن ہے ان کی مدد کریں۔ ان کے کام خدا تعالیٰ کے فضل سے عام انجمنوں کے کاموں کی نسبت یا عام افسروں کے کاموں کی نسبت بہت بہتر ہو جاتے ہیں۔ تو انجمنوں کو بھی میں امید رکھتا ہوں کہ اس طرف جیسا کہ میں نے کہا ہے توجہ کرنی چاہئے وہ توجہ کریں گے بھی انشاءاللہ اور بالعموم جماعت جس رفتار سے آگے بڑھ سکتی ہے اس رفتار سے بڑھے جس رفتار سے بڑھ سکتی ہے اس میں اور جس رفتار سے بڑھ رہی ہے اس میں بہت فرق ہے اور بعض جماعتوں میں تو بہت ہی زیادہ فرق رہ گیا ہے بعض ضلعوں میں تو افسوسناک فرق پیدا ہوا ہے اس لئے میں ان کا نام لئے بغیر بار بار تاکید کر رہا ہوں۔

اطفال الاحمدیہ کے چندے میں بھی جو اطفال کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے اس میں بھی عمومی طور پر تو ترقی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جس انجمن کے سپرد اطفال کا چندہ ہے انہوں نے سستی دکھائی ہے کیونکہ گزشتہ سال سے بعض جماعتوں میں اطفال کے چندوں میں نمایاں کمی ہے جبکہ بالغوں کے چندے میں نمایاں ترقی ہے اس کا مطلب ہے جماعت کا کوئی قصور نہیں ہے جن انجمنوں کے سپرد یہ ذمہ داری ہے کہ وہ فلاں چندے کو سنبھالیں، فلاں چندے میں جماعت کو آگے لے کر بڑھیں ان انجمنوں کی غلطی ہے، ان مجالس کی غلطی ہے۔ اس لئے جو **ذیلی مجالس تنظیمیں ہیں ان کو بھی جماعت کی انجمنوں کے ساتھ قدم ملا کر آگے کو چلنا چاہئے** یعنی جب تک وہ آگے بڑھتی ہیں قدم ملا کے آگے بڑھیں اگر وہ پیچھے رہیں تو پھر بے شک آگے نکل جائیں لیکن پیچھے رہنے کا حق نہیں ہے بہر حال۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ ذیلی انجمنیں جن کے سپرد الگ الگ خدمت کے کام کئے گئے ہیں وہ ان کی طرف نظر رکھیں گی اور پہلے کی نسبت بہتر کام کریں گی۔

اسی جائزے سے یہ بھی پتا چلا کہ بعض جماعتیں جو بعض پہلوؤں سے کمزور ہیں بعض پہلوؤں سے نمایاں طور پر آگے ہیں۔ اس بھی مجھے کچھ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون سی انجمن کس رنگ میں کام کر رہی ہے کیونکہ بعض اضلاع باقی باتوں میں مثلاً اصلاح وارشاد کے کام میں اگر نکمّے نکل رہے ہوں اور مجھے علم ہو کہ مسلسل پیچھے ہیں اگر وقف جدید کے کام میں نمایاں طور پر آگے ہوں تو صاف پتہ چل جاتا ہے کہ جماعت کے اندر قربانی کی استطاعت موجود ہے، وہ طاقت تو ان کے اندر بہر حال ہے خدا کے فضل

سے۔ جس انجمن نے فائدہ اٹھایا اس نے اٹھا لیا اور جس انجمن یا جس شعبے نے اپنے کام کی طرف پوری توجہ نہیں کی اس لحاظ سے ان کے حصے میں کم پھل ملا۔ تو یہ جو جائزے ہیں اعداد و شمار کے یہ بہت سی باتوں میں راہنمائی کرتے ہیں اور راہنمائی اس لئے کرتے ہیں کہ ہم ان سے استفادے کریں۔

جہاں تک بیرونی جماعتوں کا تعلق ہے اس کا مختصر جائزہ بھی پیش کر دیتا ہوں۔ یہ ابتلا کے زمانے کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے کہ وقف جدید جو پہلے پاکستان تک محدود تھی اس کا قربانی کا دائرہ ساری دنیا تک پھیلا دیا گیا لیکن اس سے استفادے کا دائرہ ساری دنیا میں اس رنگ میں نہیں پھیلایا گیا۔ استفادہ دو طرح سے ہے ایک تو ہے کہ جو قربانی کرتے ہیں ان کو روحانی ترقی ملتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں نصیب ہوتی ہیں وہ دائرہ تو بہر حال ساری دنیا پہ پھیل چکا ہے لیکن اس کی آمد کہاں خرچ کی جائے گی یہ دائرہ ہندو پاک تک محدود تھا۔

چنانچہ ہندوستان میں میں نے محسوس کیا کہ کئی لحاظ سے بہت کمی رہ گئی ہے اور ان کو بیرونی امداد کی ضرورت ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب ہندوستان تنہا ساری دنیا کی امداد کر رہا تھا دینی معاملات میں۔ کوئی بھی دنیا کا مشن نہیں تھا جو آزاد ہو اور Independent ہو۔ ہندوستان کی غریب احمدی جماعتیں ساری دنیا کی مدد کر رہی تھیں۔ انہوں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ ہمارا روپیہ کہاں جا رہا ہے۔ اب وقت ہے کہ تمام دنیا کی جماعتیں ہر معاملے میں نہ سہی بعض معاملات میں اس قرضہ حسنہ کو چکانے کی کوشش کریں اور نیک کاموں میں ہندوستان کی جماعتوں کی مدد کریں۔

اس کی خصوصیت کے ساتھ اس لئے ضرورت پیش آ رہی ہے کہ میں نے جب پاکستان بننے کے بعد سے اب تک کے حالات کا جائزہ لیا تو مجھے ایک چیز نے صدمہ پہنچایا میری توقعات کو ٹھوکر لگی تفصیلی جائزہ لینے پر۔ میرا یہ خیال تھا کہ پاکستان بننے کے وقت ہندوستان سے جتنے احمدی ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے اور ہندوستان میں جتنی کمی آئی تھی جماعت کی اب تک اتنا وقت گزر چکا ہے کہ وہ کمی تبلیغ کے ذریعے اور عام دنیاوی قدرتی نشو ونما کے ذریعے پوری ہو چکی ہو گی لیکن ابھی ہم اس سے بہت پیچھے ہیں۔ ہندوستان سے جتنے احمدی ہجرت کر کے نکلے ہیں ابھی تک اتنے عرصے کے باوجود وہاں کی جماعتیں اس معیار تک نہیں پہنچ سکیں۔ نہ عددی لحاظ سے، نہ مالی استطاعت کے لحاظ سے، نہ قربانی کے معیار کے لحاظ سے اور تبلیغ واشاعت کے لحاظ سے بھی جہاں پہلے بہت تیزی کے

ساتھ جماعتیں ترقی کر رہی تھیں وہاں خاموشی پیدا ہوگئی۔ اس وجہ سے جب ہندوستان کی جماعت کو تیز کیا گیا اور ان کو سمجھایا گیا کہاں کہاں کس کس رنگ میں کام کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خدا کی رحمت کا پوٹینشل موجود رہتا ہے صرف چھیڑنے کی بات جیسے اقبال نے کہا ہے:۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

یا ''بڑی زرخیز ہے ساقی''۔ تو واقعۃً یہ ہے کہ مٹی ہماری زرخیز ہی رہتی ہے خواہ خشک سالی کا وقت ہو یا تر سالی کا وقت ہو۔ بہرحال بڑی تیزی کے ساتھ جماعت ہندوستان نے Respond کیا ہے، لبیک کہا ہے نیک کاموں کی تحریک کو یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ اب ان کے اندر کام کا جذبہ تو ہے کام کرنا چاہتے ہیں لیکن پیسے پورے نہیں اور جو قربانی کے معاملے میں جو سستی تھی بعض جگہوں میں اس کی طرف ابھی تک انجمن قادیان توجہ نہیں کر سکی اور باوجود اس کے کہ یہاں سے کچھ کوشش کی گئی ہے بڑھانے کی لیکن ابھی جتنی خدا نے استطاعت بخشی ہے ہندوستان کو اتنا قربانی میں حصہ نہیں لے رہا۔ اس لئے کام کو تو بہرحال نہیں روکنا۔ وقت جب خدا توفیق دے گا پھر وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے لیکن اس عرصے میں ہمیں باہر سے مدد کرنی ہے۔

چنانچہ وقف جدید کی جو بیرونی تحریک ہے اس کا ایک بڑا مقصد یہی تھا اور اس کے فوائد اتنے زیادہ ہیں اللہ کے فضل سے اور اس کے نتیجے میں جو ظاہر ہوئے ہیں نتائج وہ اتنے زیادہ ہیں کہ بعض ممالک میں اگر ہم بیس روپے صرف کریں تو جو نتیجہ نکل رہا ہے ہندوستان میں ایک روپیہ خرچ کرنے سے وہ نتیجہ نکل رہا ہے یعنی بعض جگہ بیس بھی نہیں بیسیوں گنا زیادہ خرچ کے مقابل پر پھل مل رہا ہے۔ افریقہ میں بھی ایسے حالات ہیں بعض جگہ۔ مختلف ممالک کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ جہاں خدا کی تقدیر آپ کو پھل زیادہ دے رہی ہو اس واقعہ کو نظر انداز کر دینا اور اس سے استفادہ نہ کرنا یہ خدا کی تقدیر کی ناشکری ہے۔

پس تمام دنیا میں جو وقف جدید کے نام پر آپ سے رقم لی جاتی ہے خدا کی راہ میں اس کا یہ مصرف ہے اور شدھی کی تحریک کے مقابل پر جو جماعت احمدیہ نے تحریک شروع کی اور خدا کے فضل سے انتہائی کامیابی کے ساتھ کی اس میں بھی وقف جدید نمایاں طور پر حصہ لے رہی ہے اور بعض علاقوں میں جہاں غیروں نے سکول بنائے تھے، ہسپتال شفا خانے بنائے تھے اور اس طرح وہ مقامی طور پر اپنے اثرات پیدا کر رہے تھے مثلاً عیسائی ہیں جو مسلمانوں کو مرعوب کر رہے تھے یا شیڈول

کاسٹ لوگوں کو کھینچ رہے تھے وہاں بھی وقف جدید کی طرف سے جوابی کاروائی اسی رنگ میں شروع ہوگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح نصرت جہاں نے افریقہ میں کام کیا ہے اسی طرح ایک نصرت جہاں نو تحریک ہندوستان کے لئے ہونی چاہئے وہاں بھی اسی خطوط پر کام کو آگے بڑھانا چاہئے کیونکہ وہاں پھل کی غیر معمولی توقع ہے اللہ کے فضل سے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہم بہت جلد انشاء اللہ اگر جس رفتار سے اب ہم چل پڑے ہیں آگے پہلی منزل تو یہ ہے کہ پارٹیشن کے وقت تقسیم ہند کے وقت جو ہندوستان میں جماعت احمدیہ کا مقام اور مرتبہ تھا اس کو حاصل کریں گے پہلے اور اس کے بعد اگلا قدم یہ ہوگا کہ اس کو بنیاد بنا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان مبشر الہامات کی تعبیر کی طرف آگے بڑھیں گے جو ہندوستان میں اسلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں کی ترقی سے وابستہ ہیں، ان کے متعلق جو الہامات نازل فرمائے گئے۔ **اس لحاظ سے وقف جدید کی تحریک کو آپ بالکل کوئی معمولی عام تحریک نہ سمجھیں اس کا ہندوستان کے روحانی مستقبل کے ساتھ ایک گہرا واسطہ ہے اور ساری دنیا کی جماعتوں کو اس میں حصہ لینا چاہئے۔**

اب تک جو صورتحال آئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک وعدوں کا تعلق ہے سال 1986ء میں جتنے جماعت نے وعدے پیش کئے بیرونی جماعتوں نے 1987ء میں اس سے تقریباً نصف وعدے پیش کئے ہیں یعنی آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ عمومی طور پر تو ہو نہیں سکتا اس لئے یہ ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جہاں تک وصولی کا تعلق ہے وہ کم و بیش اتنی ہے۔ اس لئے یا تو غلط فہمی ہوئی ہے یا مرکزی نظام کی طرف سے پوری توجہ نہیں دلائی جاسکی۔ کچھ ہوا ضرور ہے جو اعداد و شمار بگڑے ہیں کیونکہ اگر وعدوں میں اتنی کمی تھی تو وصولی میں بھی اتنی کمی ہونی چاہئے تھی نسبت سے، وہ نظر نہیں آئی۔ جب میں نے تفصیلی جائزہ لیا تو جو بڑے ممالک ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قدم پیچھے نہیں گیا۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کوئی حسابی غلطی ہوئی ہے یا لوگوں نے سمجھا کہ وعدے لکھوانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا۔

برطانیہ کا گزشتہ سال تین ہزار چھ سو (۳،۶۰۰) پاؤنڈ کا وعدہ تھا اس دفعہ خدا کے فضل سے گیارہ ہزار چار سو انیس (۱۱،۴۱۹) پاؤنڈ کا ہے اور بیرونی دنیا کی جماعتوں میں برطانیہ کا چندہ ایک بڑا نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے۔ اس لئے جہاں تقریباً چار گنا اضافہ ہو رہا ہو وہاں پیچھے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہونا چاہئے۔ دوسری امریکہ کی جماعت ہے امریکہ کی جماعت اگرچہ برطانیہ سے بہت

پیچھے رہ گئی ہے لیکن اس کے باوجود پچھلے سال کے مقابل پر جو کل ان کی وصولی آٹھ سوترانوے پاؤنڈ تھی صرف یعنی اگر ڈالر کو پاؤنڈ میں تبدیل کیا جائے تو۔اس سال چار ہزار چار سو بہتر (۴۴۷۲) پاؤنڈ ہے یعنی پانچ گنا زیادہ۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے وہاں بھی ڈیڑھ گنا اضافہ ہے۔ پھر جرمنی ہے وہاں بھی ڈیڑھ گنا اضافہ ہے۔ پھر کینیڈا ہے وہاں بھی 1.75 گنا زیادہ اضافہ ہے۔تو جو بڑے ممالک ہیں جو چندے کی Back Bone بناتے ہیں باہر کی دنیا میں یعنی اس چندے کی جس کو ہم دوسرے ملکوں میں منتقل کر سکتے ہیں۔ افریقہ کو میں نے اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہاں اکثر ہم روپے کو باہر منتقل ہی نہیں کر سکتے۔ ایسے ممالک میں جو چندے کی ریڑھ کی ہڈی بنا رہے ہیں ان میں تو نمایاں اضافہ ہے۔اس لئے ہمارا جو شعبہ ہے اس کو اپنے اعداد و شمار بھی درست کرنے چاہئیں اور توجہ دلانے کے کام کو تیز کرنا چاہئے۔

میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد یہ رقم کم سے کم ایک لاکھ تک تو ضرور پہنچ جائے گی سالانہ کیونکہ پاکستان کے حالات میں اگر وہ ستائیس لاکھ سے زائد جیسا کہ دینے والے ہیں امید ہے انشاء اللہ تیس لاکھ تک وہ دے دیں گے امید رکھتا ہوں۔ پاکستان کے حالات میں اگر وہ اتنی قربانی دے سکتے ہیں تو بیرونی حالات میں کم سے کم پاکستان جتنی ساری دنیا کو قربانی دینی چاہئے اور یہ کم سے کم معیار ہے۔

تو اس کی طرف نسبتاً زیادہ توجہ کریں اور آخری بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ شامل کریں اور ان کے ذریعے دلوائیں۔ میرے پیش نظر صرف روپیہ نہیں ہے بلکہ روپیہ جس مقصد کی خاطر حاصل کیا جاتا ہے وہ مقصد بہر حال اوّلیت رکھتا ہے یعنی تربیت اور اللہ سے تعلق۔ **چندہ دینے والے کا سب سے بڑا پھل سب سے بڑا اجر اس دنیا میں یہ ہے کہ وہ خدا کے قریب ہو جاتا ہے** اور جو بچوں سے چندے دلوائے جاتے ہیں ان کے اوپر اس قربت کا اثر ساری زندگی رہتا ہے، ایسی چھاپ ہے بچپن کی نیکی جوان کے بڑھنے کے ساتھ خود بھی بڑھتی رہتی ہے اس کا نقش مٹنے کی بجائے اور زیادہ زندگی میں گہرا جمتا چلا جاتا ہے۔اس لئے اپنے بچوں کو باشعور طور پر وقف جدید میں شامل کریں یعنی وہ بچے جو باشعور طور پر داخل ہو سکتے ہیں ورنہ تو پہلے دن کے بچے کو بھی مائیں شامل کر دیتی ہیں بعض مائیں تو پیدا ہونے والے بچے کو بھی شامل کر دیتی ہیں جو ابھی پیٹ میں ہے اور لکھوا دیتی ہیں وعدے تو اللہ تعالیٰ اس روح کو اور بڑھائے لیکن جو باشعور بچے ہیں ان کے ہاتھ سے دلوانا اور ان کی تعداد میں اضافہ کرنا آپ کے لئے دوہرے اجر کا موجب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔